دار الافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حدود آرڈیننس کے بعض شقوں کا جائزہ

جناب مفتی صاحب۔ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ آنجناب بخیر و عافیت ہوں گے جیسا کہ آنجناب کے علم میں ہوگا کہ آج کل مرحوم ضیاء الحق صاحب کی صدارتی ۱۹۷۹ء کی حدود آرڈیننس میں ترامیم کی بات ہو رہی ہے، اخبارات، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اسی مسئلہ کو موضوع بحث بنایا ہوا ہے اور روزنامہ جنگ راولپنڈی نے بدھ ۱۴/جون ۲۰۰۶ء کو اسلام اور انصاف کیلئے سوچنے کا شکریہ! کے عنوان سے دو صفحات پر مشتمل حدود آرڈیننس کے دفعات مع سفارشات کی تفصیل شائع کی ہے، آنجناب کی خدمت میں روزنامہ جنگ کا وہ صفحہ بھی ارسال خدمت ہے۔ آنجناب سے درخواست ہے کہ اس صفحہ پر پیش کردہ ترامیم قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں کتنے صحیح ہیں اور کتنے غلط اور خصوصاً زنا بالرضاء و زنا بالجبر کے بارے میں جو فرق انہوں نے لکھا ہے۔ کہاں تک درست ہے۔

(۲) اس بات کی وضاحت بھی فرمائیں کہ اسلامی قانون میں رجم کی جو سزا شادی شدہ آدمی کیلئے مقرر ہے؟ اس کی کیا حیثیت ہے۔

(۳) جرم زنا کس طرح ثابت کیا جائے؟ کیا زنا بالجبر کیلئے بھی وہی طریقہ اثبات ہے جو زنا بالرضا کیلئے ضروری ہے۔ جواب مدلل اور مفصل عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوں گی۔

والسلام محمد امجد۔ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

محترم و مکرم جناب محمد امجد صاحب۔ سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ آنجناب کا سوالنامہ موصول ہوا۔ سوالنامہ میں سے محض زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے مابین فرق ہے یا نہیں؟ رجم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اسلامی قانون کی روشنی میں اثبات جرم زنا کا طریقہ کار کیا ہے؟ کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ باقی دفعات اور سوالات کے

تفصیلی جوابات بعد میں عرض کروں گا۔ اسلام امن اور سکون کا مذہب ہے اس لئے اس مذہب نے اخلاقی اور قانونی طور پر ہر ان جرائم کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جن سے امن اور سکون میں خلل پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ ان جرائم میں ایک جرمِ زنا بھی ہے۔ زنا عورت کے خاندان والوں کیلئے سخت عار کا باعث ہے کوئی بھی انسان یہ برداشت نہیں کرتا کہ کوئی مرد اس کی بیوی، بیٹی، بہن یا ماں کا مزاحم بنے، اسلئے زنا قتل، قتال، جنگ و جدال کا سبب ہے۔ اور نسل انسانی کے ثبوت کو تار تار کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہ صرف زنا کے ارتکاب سے منع کیا بلکہ اس کے قریب جانے پر بھی پابندی عائد کردی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے ولاتقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (سورۃ بنی اسرائیل) کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ کہ یہ ایک قبیح فعل اور برا راستہ ہے۔ اور اس برائی کے پھیلانے والوں کو دنیا اور آخرت میں عذاب کا مستحق قرار دیا۔ سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون (الایۃ) کہ جو لوگ مسلمانوں اور مسلم معاشرے میں بے حیائی اور قبیح افعال کو فروغ دے کر پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

<u>زنا کے چور دروازے کی بندش:</u> اور اس کے چور دروازے کو بھی بند کر دیا عورت پر ایسی پابندیاں لگادی گئی جن سے آزادی کی صورت میں عورت اور مرد کا اس عمل قبیح کا ارتکاب باآسانی ممکن تھا، چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ واتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ (الاحزاب ۳۳) اور اپنے گھروں میں عزت اور وقار کے ساتھ رہو اور دور جاہلیت کے تبرج کی نقالی کرتی ہوئی نہ پھرو، نمازیں قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ ورسول کی فرمانبردار رہو۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے یایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین ان یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرض فلا یؤذین (الایۃ)، اے پیغمبر ﷺ حکم دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی تمام عورتوں کو (گھروں سے نکلتے وقت) اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں وغیرہ ڈال کر نکلیں اسی سے باآسانی ان کی پہچان ہوسکے گی اور انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچائی جائیگی۔

اور اسی طرح مسلمانوں کی پوری سوسائٹی کو حکم دیا گیا کہ غض بصر (نگاہ کو نیچے رکھنے) پر عمل کرو، تاکہ تمہاری عصمت اور عفت محفوظ رہے، اور زنا جیسے قبیح فعل سے بچ سکو، قل للمؤمنین یغضوا امن ابصارھم ویحفظوا فروجھم ...... وقل للمؤمنت یغفض من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینھن الا لبعولتھن (سورۃ النور ۳۰۔۳۱) اے پیغمبر ﷺ مؤمن مردوں سے کہے اپنی نگاہیں

نیچی کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' اور مسلمان خواتین سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی کریں' اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو اپنے شوہروں کے علاوہ دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔

ارتکاب زنا کی سزا قرآن وسنت سے: چونکہ یہ ایک بہت ہی بڑا گناہ اور عظیم جرم ہے۔ اس لئے اسلام نے اس جرم کی سزا بھی سخت مقرر کی ہے' سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين (سورۃ النور)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد تم ان میں ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو' اور تم کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے' اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے تاکہ سزا کی تشہیر ہو اور لوگوں کو عبرت ہو۔

اور اگر شادی شدہ آدمی یا عورت زنا کا ارتکاب کرے تو ان کو رجم کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے وعن عمر بن خطابؓ ان الله بعث محمدﷺ بالحق وانزل عليه الكتاب وكان فيما انزل عليه اية الرجم فرجم رسول الله ﷺ ورجمنا' بعده واني خائف ان يطول بالناس زمان فيقول قائل لانجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة انزلها الله الا ان الرجم حق على من زنىٰ اذا احصن وقامت البينة او حمل او الاعتراف (جامع ترمذی باب ماجاء في تحقيق الرجم)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہیں' اللہ تعالیٰ نے جو آیات اتاریں ان میں آیت رجم بھی تھی اور خود رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ دراز ہو جائے گا تو کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے اور پھر وہ اس فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔ اور رجم اللہ کی شریعت میں برحق ہے اس پر جس نے زنا کیا جبکہ وہ شادی شدہ ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) جب اس پر گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار۔

کیا آیت رجم قرآن کا حصہ نہیں تھی: یہ الگ بات ہے کہ آیت رجم الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نكالاً من الله والله عزيز حكيم ' قرآن پاک کا حصہ تھی یا نہیں۔ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت قرآن پاک کا حصہ تھی لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہوئی اور اس کا حکم باقی رہا' جبکہ بعض اکابرین امت نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت قرآن کا حصہ کبھی نہیں رہی۔ بلکہ درحقیقت یہ تورات کی آیت تھی لیکن جب حضور اقدس ﷺ کے پاس

رجم کا حکم آیا تو تورات کی اس آیت کے حکم کو امت محمدیہ کے لئے باقی رکھا گیا اور بذریعہ وحی آپ کو بتایا گیا کہ یہ تورات کی آیت ہے اور اس کا حکم آپ کی امت کیلئے بھی باقی ہے (تقریر ترمذی ص ۸۰۔ ج۔۲) بلکہ اس رائے کے حامل اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ یہ آیت کبھی بھی قرآن کے طور پر نہیں لکھی گئی' بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضورﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہﷺ الشیخ و الشیخة الخ جب یہ آیت ہی ہے تو کیا میں اس کو قرآن کریم کی دوسری آیات کیساتھ لکھ لوں۔ تو آپﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر شیخ محصن نہ ہو تو رجم نہیں ہوتا اسلئے یہ آیت مت لکھو۔ لہذا اگر یہ آیت قرآن کریم کا حصہ ہوتی تو حضورﷺ اس کو لکھنے سے کیسے انکار کرتے؟ اور یہ بات کیسے فرماتے کہ اس آیت میں تو لفظ شیخ ہے اور شیخ پر رجم کا مدار نہیں ہوتا؟ اسلئے کہ یہ قرآن کا لفظ ہے اور قرآن کریم میں تبدیلی کا امکان نہیں ہوتا۔ اور حضورﷺ اپنی مرضی سے تو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ قرآن کریم کے فلاں لفظ پر یہ اشکال وارد ہو رہا ہے' اسلئے اس کو قرآن نہ سمجھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت شروع ہی سے قرآن کریم کا حصہ نہیں تھی بلکہ تورات کا حصہ تھی (تقریر ترمذی ۲/۸۱)

اور اس کی دلیل میں وہ مشہور واقعہ پیش کرتے ہیں کہ یہودیوں میں ایک مرد اور عورت نے زنا کیا آپﷺ نے یہود علماء سے تورات میں رجم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ تورات میں زنا کے ارتکاب پر رسوا کرنا اور محض کوڑے لگوانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو' تورات میں آیت رجم ہے۔ چنانچہ انہوں نے تورات لائی اور جب کھولی تو عبداللہ بن صوریا نے آیت رجم سے پہلی اور بعد کی آیت پڑھی اور آیت رجم پر انگلی رکھی تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو آیت رجم وہاں موجود تھی۔ مگر اس سے یہ بات ذہن میں نہیں آنی چاہیے کہ رجم کی سزا کا مستدل کمزور ہوا۔ بلکہ جس طرح قرآن پاک حجت شرعی ہے۔ سنت نبویﷺ بھی حجت شرعی ہے' رجم کے حکم کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔ مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے تکملہ فتح الملھم میں ایک نقشہ کے اندر تقریباً ۵۲ صحابہ کرامؓ کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے آنحضرتﷺ سے رجم کے حکم کو روایت کیا ہے۔ (تکملۃ فتح الملھم ۲/) اور اسی بناء پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے رجم کی احادیث کو متواتر المعنی قرار دیا ہے اور لکھا ہے ان کے متواترہ المعنی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور متواترہ المعنی احادیث سے کتاب اللہ پر زیادتی بھی ہو سکتی ہے۔ (تقریر ترمذی)

اس جملہ تفصیل سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوا کہ زنا ایک قبیح اور گھناؤنا فعل ہے' غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑوں کی سزا مقرر ہے۔ اور محصن (شادی شدہ) کے لئے رجم کی۔ مگر دوسری طرف زنا بالجبر اور زنا بالرضاء کے مابین عدم فرق کو بھی واضح کر دیا۔ اس لئے کہ ان آیات اور احادیث میں زنا بالرضا یا زنا بالجبر میں کسی نوع زنا کو متعین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مطلق حکم بیان کر کے واضح کر دیا کہ زنا چاہیے دونوں کی رضامندی سے ہو یا کسی ایک کی عدم رضا سے۔ دونوں

کا حکم ایک ہے۔ یعنی جب جرم ثابت ہو جائے تو مرتکب جرم کو وہی سزا ملے گی جو قرآن وسنت نے اس کے لئے صفت احصان اور عدم احصان کی صورت میں متعین کیا ہے۔

جرم کا طریقہ اثبات: چونکہ یہ ایک سنگین جرم ہے' اس کی سزا بھی سنگین ہے۔ اسلام نے اس کے ثبوت کا طریقہ بھی دیگر خصومات سے الگ رکھا۔ چنانچہ یہ جرم دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔ یا تو زانی خود زنا کا اعتراف کرے یا اس کے اس فعل بد پر چار گواہ جو مرد ہونے کے ساتھ ساتھ عاقل' بالغ' مسلمان' اور متقی ہوں' گواہی دیں۔

کما قال الحصکفی ویثبت بشهادة أربعة رجال فی مجلس واحد' فلو جاؤ وامتفرقین حدوا۔ بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوط والجماع (الدر المختار علی ھامش رد المختار ۱۵۶/۳) وفیہ ایضاً ویثبت ایضاً باقرارہ صریحاصا حیاولم یکذبہ الاخرولاظھر کذبہ بحبہ او رتقھا أربعاً فی مجالسہ الاربعۃ (الدر المختار علی ھامش رد المختار ۳/ ۵۸۔۱۵۷)

زنا بالرضا وجبر کے بارے میں سفارش: اور یہ دونوں طریقے مطلقاً زنا کے اثبات کے ہیں۔ اس لئے زنا بالجبر کو زنا بالرضا سے طریقہ اثبات جرم اور سزا میں الگ کر کے حرابہ میں شامل کرنا درست نہیں جیسا کہ روزنامہ جنگ کے مرسولہ صفحہ پر لکھا ہے کہ زنا کے جرم میں قرآن حکیم کے احکامات بہت واضح ہیں کہ اگر چار گواہ موجود ہوں تو حد لاگو ہو گی (سو کوڑوں کی سزا) لیکن زنا بالجبر کے معاملے میں شہادتوں اور ثبوت کا درجہ مقرر نہیں کیا گیا ہے' جہاں سزا کا تعلق ہے تو اسے ان آیات میں تلاش کیا جاسکتا ہے جو حرابہ سے متعلق ہیں (حرابہ ان انتہائی اور کم از کم سزاؤں سے بحث کرتا ہے جو زمین پر فساد پھیلانے (فساد فی الارض) یا معاشرے کے خلاف جنگ کے جرائم سے متعلق ہیں' ایسے امور میں سزا کی سنگینی کا انحصار مجرم کے حالات پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کسی جرم کو ثابت کرنے اور پھر سزا دینے کا حق دیا ہے تمام فقہاء متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ ایسے جرائم کو چھوڑ کر جن میں مطلوبہ ثبوت وشہادت کا خاص طور پر ذکر ہے۔ باقی جرائم کا مقدمہ عام کاروائی کے ضابطوں کے تحت چلنا چاہیے' اللہ کی طرف سے ثبوت وشہادت کا تعین زنا کا معاملے میں کر دیا گیا ہے۔ بعض معاملات کو طے کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر چھوڑ دیا ہے' تاکہ وہ فیصلہ کریں یوں فطری انصاف کا اصول متاثر نہ ہو' اس کیلئے اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔ ہم یہ اجتہاد بھی کر سکتے ہیں۔ کہ بدکاری اور زنا بالجبر دو الگ جرائم ہے (روزنامہ جنگ)

سفارش کا جواب: مگر یہ سفارش شرعی اصول سے متصادم ہے اور اس کے کئی وجوہات ہیں۔

(۱) اولاً اسلئے کہ حرابہ کی تعریف جو فقہا کرام نے کتب فقہ میں ذکر کی ہے۔ زنا بالجبر پر صادق نہیں آتی۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر عودہ حرابہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (الحرابة ھی قطع الطریق اوھی السرقة الکبری (التشریع الجنائی ۲/ ۲۳۸)

اور علامہ ابن قدامہؒ محاربین کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ والمحاربون الذین یعرضون للقوم بالسلاح فی الصحراء فیغصبونهم المال مجاهرة (المغنی لابن قدامة ۱۲/۴۷۲) اور الشرح الصغیر میں لکھا ہے المحارب الذی یترتب علیه احکام الحرابة قاطع الطریق ای مخفیها لمنع سلوک ای مرور فیها او اخذ مال محترم علی وجه یتعذر منه الغوث (الشرح الصغیر ۴/۴۹۱) اور تحفۃ المحتاج میں ہے باب قاطع الطریق سمی بذلک لمنعه المرور فیها یبرزوه لأخذ مال أو قتل اورهاب مکابرة اعتماداً علی القوة مع عدم الغوث و الأصل فیه قوله تعالیٰ انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله (الایة) (۹/۱۵۷)

ان تمام تعریفات میں زنا بالجبر کی طرف صراحتاً یا کنایۃً کہیں بھی ذکر نہیں۔ جس سے ثابت ہو جائے کہ زنا بالجبر حرابہ میں شامل ہے' البتہ زنا کی جو تعریف کتب فقہ میں مذکور ہے من وعن وہ زنا بالجبر پر صادق آتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ زنا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں لأن الزنا فی اللغة والشرع بمعنی واحد وهو وطء الرجل المرأة فی القبل فی غیر الملک وشبهته (ردالمحتار ۴/۴)

اور علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں الزنا الموجب للحدود وهو ادخال قدر حشفة من ذکر مکلف خرج الصبی والمعتوه ناطق...... طائع فی قبل مشتهاة خال عن ملکه ای ملک الوطی وشبهته ای فی المحل لافی الفعل (درمختار علی صدر ردالمحتار ۴/۵)

اور علامہ مرغینانیؒ نے لکھا ہے کہ الزنا هو وطء الرجل المرأة فی القبل فی غیر الملک وشبهة الملک۔ (الهدایۃ علی صدر فتح القدیر ۵/۳۰) تو ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ زنا بالجبر پر زنا کی تعریف صادق ہے' حرابہ کی نہیں۔ تو اس کے باوجود زنا بالجبر کو حد کے حوالہ سے زنا بالرضا سے الگ کر کے حرابہ میں داخل کرنا انصاف معلوم نہیں ہوتا۔

(۲) زنا بالجبر کو حکم زنا بالرضا سے الگ کر کے حرابہ شامل کرنا اس لئے بھی درست نہیں کہ آیت جلد مائۃ اور حکم رجم دونوں نصوص میں مطلقاً زنا کی سزا کوڑے اور رجم بیان ہوئی ہے۔ وہاں جبر و رضا کی کوئی تفریق نہیں اور فقہ اسلامی کا مسلمہ اصول ہے کہ جب کوئی مضبوط دلیل کسی عام کو خاص یا مطلق کو مقید کرنے پر قائم نہ ہو تو اس عام کو خاص یا مطلق کو مقید نہیں کیا جا سکتا بلکہ المطلق یجری علی اطلاقه اور نہ خبر واحد اور قیاس سے عام کو خاص یا مطلق کو مقید کیا جا سکتا ہے: کما قال النسفی (ولا یجوز) عطف علی حتی یجوز (تخصیص قوله تعالیٰ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه ولا تخصیص ومن دخله کان آمناً بالقیاس علی الناسی وعلی الاطراف وخبر الواحد وهو قوله علیه الصلاة

و السلام المسلم يذبح على اسم الله سمى أم لم يسم (شرح شرح المنار للشامی ص ۷۰)

وقال العلامه الشاشی : ذهب اصحابنا إلى ان المطلق من كتاب الله تعالى اذا امكن العمل باطلاقه فالزيادة عليه بخبر الواحد و القياس لايجوز (اصول الشاشی ص ۹۔۱۰) تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آیت جلد اور حکم رجم کو زنا بالرضا سے مختص کیا جائے اور محض رائے کی بناء پر زنا بالجبر کو اس سے علیحدہ کر کے حرابہ میں شامل کیا جائے۔

(۳) اور پھر زنا بالجبر کے مختلف واقعات آپ ﷺ کے دور میں ہی رونما ہوئے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے ان واقعات میں فاعل کو دیکھ کر اس کے صفت احصان اور صفت غیر احصان کے موافق سزا جاری فرمائی۔ چنانچہ مشکوۃ المصابیح میں : حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ قال استكرهت امراة على عهد النبى ﷺ فدرأ عنها الحد و اقامه على الذى اصابها (مشکوۃ علی صدر مرقات ۱۵۹/۷) کہ ایک عورت زمانہ رسول اللہ ﷺ میں زنا پر مجبوری کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے حد کو ساقط کر دیا اور جس مرد نے اس کو مجبور کیا تھا اس پر حد جاری کر دی۔

اسی طرح حضرت وائلؓ سے دوسری روایت ہے ان امرأة خرجت على عهد النبى ﷺ تريد الصلاة فتلقاها رجل فتجللها فقضى حاجته منها فصاحت و انطلق و مرت عصابة من المهاجرين فقالت ان ذلك الرجل فعل بى كذا و كذا فاخذو الرجل فاتوبه رسول الله ﷺ فقال لها اذهبى فقد غفر الله لك و قال للرجل الذى وقع عليها ارجموه و قال تاب توبة لوتابها اهل المدينة لقبل منها (مشکوۃ علی صدر مرقات ۱۵۹/۷)

اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے: ارجموه و معناه أنه أقر بالزنا فأمر برجمه فرجموه لكونه محصناً (مرقات شرح مشکوۃ ۱۵۹/۷)

ان دونوں روایات سے وضاحت کیساتھ معلوم ہوا کہ زانی نے زنا بالرضا کیا ہو یا اس نے کسی کیساتھ زبردستی زنا کیا ہو دونوں صورتوں میں اس پر حد جاری ہوگی۔ اگر زنا بالجبر زنا بالرضا سے الگ کوئی معاملہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور بیان فرماتے' اس کے لئے یا کوئی نئی سزا مقرر فرماتے یا حرابہ کی جو چار سزائیں مذکور ہیں ان میں سے کوئی ایک ان پر جاری کرتے۔ مگر آپ نے زنا بالجبر کیلئے کوئی الگ سزا مقرر نہیں فرمائی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے محض شادی شدہ ہونے کی وجہ سے آیت قرآنی میں ذکر شدہ سزا کی بجائے شادی شدہ زانی کیلئے رجم کی سزا مقرر فرمائی۔ تو آپ کا زنا بالجبر کیلئے نئی سزا مقرر نہ کرنا یا اس جرم کو حرابہ میں شامل نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ زنا بالجبر زنا بالرضا کا قسیم ہے اور ان دونوں جرائم کی سزا صفت احصان اور غیر احصان کے مطابق ہے۔ البتہ جس کے ساتھ جبراً زنا ہوا ہے وہ حد سے بری

ہے۔اور یہی ہمارے فقہاء کرام کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ھندیہ میں ہے۔ المرأة لو اکرهت فمکنت لم تجد بالاجماع ومعنى المکرهة أن تکون الى وقت الایلاج (الفتاویٰ الھندیۃ ۱۵۰/۲)

(۴) اس لئے بھی زنا بالجبر زنا بالرضا سے الگ نہیں کہ جب زنا بالجبر کے واقعات عہد نبوی ﷺ میں رونما ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے اس جرم کو حرابہ میں شامل نہ کیا بلکہ فاعل کو دیکھ کر اسی کی صفت احصان وغیر احصان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر حد زنا جاری فرمائی۔اور فقہاء ومحدثین کے ہاں مسلمہ اصول ہے کہ نص کی موجودگی میں قیاس ورائے کو کوئی حیثیت نہیں بلکہ ضعیف روایت بھی قیاس ورائے پر مقدم ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفه یجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولیٰ عنده من القیاس والرائے (اعلام الموقعین) بلکہ مزید لکھتے ہیں تتقدیم الحدیث الضعیف واثار الصحابة علی القیاس والرای هو قوله وقول الامام احمد (اعلام الموقعین ۴۷/۱) اس لئے ارباب اصول فقہ نے قیاس کی صحت کے لئے یہ شرط مقرر کی ہے کہ جہاں نص نہ ہو وہاں قیاس کیا جائے گا لیکن جہاں نص موجود ہو تو وہاں قیاص اور رائے کی کوئی حیثیت نہیں۔اسلئے علماء احناف کفارہ یمین وظہار میں تحریر رقبہ کے ساتھ مؤمنۃ کی قید نہیں لگاتے یعنی ان دونوں کفارتین میں چاہیے رقبہ مؤمنۃ آزاد کیا جائے یا رقبہ کافرہ دونوں طرح جائز ہے اور کفارہ ادا ہو جائے گا اس لئے کہ قرآن پاک میں وہاں محض تحریر رقبۃ کا ذکر ہے اور کفارہ قتل میں رقبہ مؤمنہ آزاد کرنا ضروری ہے۔اسلئے کہ کفارہ قتل میں تحریر رقبہ کے ساتھ مؤمنۃ کی قید کا اضافہ ہے' چونکہ دونوں کفارات میں نص موجود ہے اس لئے کسی ایک میں مؤمنۃ کی زیادتی یا دوسرے سے مؤمنۃ کی کمی نہیں کرتے۔علامہ ملا جیونؒ لکھتے ہیں: ولایشترط الایمان فی رقبة کفارة الیمین والظهار لانه تعدیة الی مافیه نص بتغیره تفریع علی الشرط الرابع وهو ان لا یکون النص فی الفرع ههنا النص المطلق عن قید الایمان موجود فی رقبة کفارة الیمین والظهار فلا ینبغی ان یقاس علی رقبة کفارة القتل وتقید بالایمان مثلها (نور الانوار۔ص ۲۳۱)

تو یہاں (زنا بالجبر میں) بھی نص موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک زانی مجبر کو بوجہ احصان رجم کی سزا دی اور دوسرے پر اس کی صفت کے مطابق حد جاری کردی' اس لئے نص کی موجودگی میں زنا بالجبر کو زنا بالرضاء سے الگ کر کے حرابہ میں محض رائے اور قیاسات کی وجہ سے شامل نہیں کیا جا سکتا۔اور اس جرم میں اثبات حد کیلئے وہی شرائط ہیں جو زنا بالرضاء کے لئے ہے۔

قرائن شھادت سے تعزیر: مگر اس سے یہ بات ذہن میں نہیں لانی چاہیے کہ اگر مجبر کے اس جرم کو شرائط شرعیہ سے ثابت نہ کیا گیا' تو محض حد جاری نہ ہونے کی وجہ سے جانی تعزیری سزا سے نہیں بچ سکتا' لہٰذا اگر قرائن یعنی

ہاتھ کے نشانات ٹسٹ کی رپورٹ یہ ثابت کردے کہ اس مرد یا عورت نے جبراً کسی عورت یا مرد سے زیادتی کی ہے او راس کو اپنے ہوس کا نشانہ بنایا ہے' تو قاضی اور عدالت اس مجرم کو تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ اور تعزیری سزا' عدالت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ لہذا اگر مجرم کی حیثیت اور جرم کی نوعیت کو دیکھ کر عدالت اس کو قتل کرنا چاہیے تب بھی کرسکتی ہے۔ اور نہ محض گواہان پیش نہ کرنے سے مجبر جانی کو حد سے بری قرار دینے کی صورت میں مدعیۃ کو قذف کی سزا دی جائے گی' بلکہ دعویٰ کے بعد پوری تحقیق ہوگی'

حد کے ساتھ تعزیری سزا: یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ چونکہ حدود و تعزیرات کی مشروعیت معاشرے میں امن وسکون پیدا کرنے کے لئے ہے اسی لئے جرم کی نوعیت کے مطابق مختلف سزائیں مقرر ہیں لہذا زنا بالجبر میں تحقیق کے بعد اگر جرم اجراء حد کے تمام شرائط کے ساتھ ثابت ہوا اور قاضی یا عدالت یہ سمجھے کہ اس جانی کے لئے محض حد کی سزا کافی نہیں بلکہ اس کو مزید سزا دینا مناسب ہے تاکہ لوگ کو عبرت ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مجرم کو ایک سزا حداً دے دے اور دوسری سزا تعزیراً' اور نصوص میں اس کے نظائر نہیں بلکہ صراحت موجود ہے۔

چنانچہ علامہ عینیؒ نے نسائی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے شراحۃ الھمد انیۃ کو جمعرات کے دن سو کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن اس کو رجم کیا۔ تو آپؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے دو حد جمع کئے' تو آپؓ نے فرمایا: جلدتها بكتاب الله ورجمتها بسنة رسول الله ﷺ (عمدۃ القاری ۲۳/ ۴۵۱)

اور صحیح مسلم اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ عن عبادة بن الصامتؓ قال قال رسول الله ﷺ خذوا عني فقد جعل الله لهن سبيلاً الثيب بالثيب جلد مأته ثم الرجم والبكر بالكبر جلد مائة ونفي سنة (صحیح مسلم' جامع ترمذی ۱/ ۲۶۵)

اس لئے مطلقاً زانی کے لئے جب وہ شادی شدہ نہ ہو' سو کوڑے حد مقرر ہے اور محصن (شادی شدہ) کیلئے رجم کی سزا متعین ہے۔ ہاں اگر جرم کی نوعیت کو دیکھ کر حد کے ساتھ بطور تعزیر دوسری سزا کا اضافہ کیا جائے تو درست ہے کما قال وهبه الزحيلي قال الحنيفة لايضم التغريب أي النفي إلى الجلد...... فالنفي عندهم ليس بحد وإنما هو مؤل إلى راى الامام إن رأى مصلحة في النفي فعل كما ان له حبسه حتى يموت (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/ ۳۹)

قال الحصكفيؒ ولا جمع بين جلد ورجم في المحصن ولا بين جلد ونفي اى تغريب في البكر وفسره في النهاية بالحبس وهو احسن...... الا سياسة وتعزيراً فيفوض للامام (الدرالمختار علی ردالمحتار ۴/ ۱۴)

قال العلامه ابن عابدين لو غلب عنى ظن الامام مصلحة في التغريب تعزيراً

فله أن يفعله (ردالمحتار ۱۴/۴) اور ویسے بھی حاکم وقت کو تمام جنایات میں سیاسۃً سزا دینے کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ جرم کی نوعیت کو دیکھ کر جانی کو سیاسۃً قتل بھی کر سکتا ہے۔

كما قال ابن عابدين : في القهستاني السياسة لاتختص بالزنا بل تجوز في كل جناية و الرأى فيها إلى الامام على مافي الكافي كقتل مبتدع يتوهم منه انتشار بدعته و ان لم يحكم بكفره الخ (ردالمحتار ۱۵/۴) بلکہ اگر جرم کی نوعیت اسی ہو جہاں دو سزائیں جمع ہو سکتی ہوں تو وہاں دونوں سزائیں جاری کی جاسکتی ہیں۔ جیسا کہ مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے امام شاہ ولی اللہؒ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اور خود بھی اسی کو ترجیح دی ہے' لکھتے ہیں

فالا صح عندهذا العبد الضيف عفا الله عنه ما اختار' الامام الشيخ ولى الله الدهلوىؒ فى المسوفىٰ شرح الموطا ۱۳۵/۲ حيث قال الظاهر عندى أنه يجوز للامام أن يجمع بين الرجم و الجلد ويستحب له ان يقتصر على الرجم لاقتصار النبى ﷺ على الرجم كمايجوز للمسافر أن يتم الصلوة فى السفرو يستحب له ان يقتصر عندالشافعى و الحكمة فى ذلك الرجم عقوبة تاتى على النفس فاصل الزجر المطلوب حاصل به و الجلد زيادة عقوبة رخص فى تركها فهذا هو وجه الاقتصار على الرجم عندى (فتح الملهم ۴۱۰/۲)

تو اگر مجبر زانی محصن ہو اور اس پر زنا شرعی طریقہ یعنی چار گواہان یا اقرار علی نفسہ سے ثابت ہو جائے تو اس کو دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ اور اگر غیر محصن ہو تو اس کو سو کوڑے حد کی صورت میں اور کوئی مناسب سزا تعزیر کے طور پر دی جاسکتی ہے۔

لہذا زنا بالجبر اگرچہ ایک گھناؤنا فعل ہے اس کے مرتکب کو سخت سے سخت سزا دینی چاہیے۔ مگر جو سزائیں قرآن وسنت نے مقرر کی ہیں ان سے تجاوز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ان میں تبدیلی ممکن ہے۔ البتہ جہاں کہیں اجازت موجود ہو وہاں جرم کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے تعزیراً اس کی سزا میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

لہذا خلاصہ یہ ہے کہ سزا کے اعتبار سے زنا بالجبر اور زنا بالرضا ایک ہے۔ دونوں میں کوئی فرق ہے نہ ثبوت جرم کی شرائط اور طریقہ کار میں کوئی فرق ہے۔ البتہ زنا بالجبر میں ایک انسان کی عزت وعظمت پامال ہو چکی ہے اس لئے اگر قرائن سے جرم ثابت ہو جائے تو مجرم کو تعزیراً سزا دی جاسکتی ہے اور تعزیری سزا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے لہذا قاضی جانی کو تعزیراً جو بھی سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے' چاہے اس کو قتل ہی کیوں نہ کرے۔ هذا ماظهر لى و الله اعلم

مختار اللہ حقانی　(خادم دارالافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک